ارشد محمود
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ عربی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد اسماعیل بن عبد السلام
استاد، شعبہ عربی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

عربی شعراء کے قتل کے اسباب (عہد جاہلیت تا عہد عباسی)

Reasons of killing of Arabic poets

Arabic Literture emerged with its two major kinds; Prose & Poetry. It is distinguished by its rhetorical expressions and attracts its reader and strike to his mind and heart. Arabic Poetry is considers the oldest form of literature than the Prose. The conection of Arabic Poetry goes back to the pre-islamic period. The Arabic Poetry of that era is characterized by its originality and a real picture of life. What ever the poet has observed from the society and the environment placed his idea in the form of poetry. Arabic Poetry has its themes like; satire, eulogy, elegy and erotic etc. Eulogy was the targeted source of the poets to get the precious gifts from the kings. Sataric Poetry was like a weapon against the enemy of a tribe which led to the intermittent war between the different tribes. Satire, Erotic and Atheism resulted in the killings of Poets. This article deals with the poets who were killed by different factors in different era like pre-islamic period, ummaya period and abbasi period. The article has been divided into two chapters; 1. Arabic Poetry (emergence, development). 2. Reasons of killing the poets.

Keywords: *Arabic Poetry; Satire; Eulogy; Saleek; Hudba*.

عربی زبان میں ایک طرف سیاسی شاعر کا وجود اور عروج ہوا۔ اور دوسری طرف میدان خطابت میں بھی ایسے قادر الکلام فصیح و بلیغ اور شعلہ بیان مقرر پیدا ہوئے جن کی مثال عربی ادب میں نہیں ملتی۔ سیاسی شاعری میں جن شعرا نے کمال حاصل کیا ان میں ممتاز مسکین الدارمی، اخطل، جریر، فرزق، ابو العباس الاعمی اعمشی ربعیہ اور عدی بن الرقاع ہیں۔ ان شعراء کو قرآن و حدیث کا معجز نما اسلوب بیان ورثہ میں ملا تھا۔ خداداد صلاحیت اور فہم و ذکا قدرت سے اور ان سب کو بروئے کار لانے کا داعیہ سیاسی حالات اور مادی منفعت سے ہے۔ انہوں نے بنو امیہ کی مدافعت میں اپنا زور طبع اور فطری صلاحیتیں لگادیں جس کی وجہ سے عربی ادب میں نئے نئے مضامین، اچھوتے

خیالات اور منجھا ہوا ایک خاص اسلوب بیان پیدا ہوا جو بے حد پسندیدہ اور مقبول تھا۔ پھر ان شعرا کی آپس کی ادبی جھڑپوں سے بھی شاعری میں نت نئی راہیں کھلیں جریر، فرزق اور اخطل کی شاعرانہ چشمکیں اس کی زندہ مثال ہیں۔ ان شعراء میں اکثر نے دوسرے اصناف مثلاً غزل، مدح، ہجو اور مرثیہ وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

عباسیوں کے خلافت پر قابض ہونے سے شاعروں کو کچھ معمولی سی آزادی حاصل ہوئی تو شیعہ شعراء اپنے عقائد و نظریات اہل بیت کی مدح کے ساتھ بیان کرنے لگے ان افراد میں سے سعید حمیری اور دعبل کا نام قابل ذکر ہے اسی طرح عباسی مشہور شاعر ابو العتاہیہ تھے۔

دینی اشعار کا موضوع کہ جسے شریف رضی نے عروج پر پہنچایا مھیار دیلمی کے ذریعے جاری رہا۔ مھیار دیلمی ایک زرتشتی شخص تھے انہوں نے اسلام قبول کیا اور کوشش کی کہ ایرانی قومیت کی طرف اپنے واضح رجحانات کو اہل بیت کی دوستی کے ساتھ مخلوط کرے کلی طور پر ہم کہیں گے کہ عربی اشعار اگرچہ اسلامی ادوار میں مختلف نشیب و فراز میں گزرتے رہے اور برجستہ شعراء کی تربیت ہوئی لیکن یہ گمان نہیں کرنا چاہے کہ ان تمام اشعار کے مضامین فقط دینی تھے بلکہ عربی شعراء نے مختلف میدانوں میں طبع آزمائی کی جیسے ابو العتاہیہ نے زہد و حکمت، بشار بن برد نے ہجو اور بحتری نے مدح سرائی میں اشعار کہے۔

اسلام کے آغاز سے ہی عربی ادب خصوصاً شاعری خاص توجہ کا مرکز بن گئی اسلامی فتوحات عربی اشعار میں اپنا جلوہ دکھانے لگیں اور عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن مالک، حسان بن ثابت وغیرہ جیسے برجستہ شعراء کے آنے سے آہستہ آہستہ قرآنی کلمات اور مضامین بھی عربی شاعری میں سمونے لگے حسان بن ثابت نے پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کی دس سال تک مدح و ستائش میں قصائد کہے اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی وفات پر مرثیہ سرائی بھی کی۔

قرآن مجید کے بعد اولین اسلامی منثور آثار احادیث نبوی ہیں جن کی نثر روان اور سادہ ہے۔ خطوط اور عہد نامے وغیرہ جن میں سیاسی اور اجتماعی موضوعات پائے جاتے ہیں کو دینی متون کی حیثیت حاصل ہے۔ پہلی صدی ہجری میں عربی نثر مذکورہ موضوعات تک ہی محدود رہی ہے۔

کمیت (١٢٦- ٦٠ قمري) کے اشعار ہاشمیات کی شکل میں آگئے اور روز بروز روحانی رنگ ان پر بڑھنے لگا۔ اسکے اہم ترین دینی اشعار چار قصیدے ہیں کہ جو ہاشمیات کے نام سے شہرت پاگئے۔[1]

زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ عربی ادبیات نے زیادہ سے زیادہ اسلامی تہذیب کو اپنے اندر جذب کیا اسطرح کہ بہت کم ہی کوئی خطبہ یا تحریر مل سکے گی کہ جسکا آغاز قرآنی مناجات اور نبی اکرم (ﷺ) کی مدح سے نہ ہو اسی طرح اخلاقی اقدار کے متعلق زمانہ جاہلیت کے بہت سے کلمات نے بتدریج اپنے مفاہیم بدل لئے اور کلمات مثلاً شجاعت، وفا، صداقت، صبر اور سخاوت وغیرہ قیمتی اور معنوی کلمات میں تبدیل ہو گئے۔

مقالہ کے شروع میں بطور تمہید عربی شعر و شاعری سے متعلق بحث کی گئی ہے اور اس کے بعد عہد جاہلیت تا عصر عباسی شعراء کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے اسکو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا:

۱۔ عربی شاعری کا مفہوم ۲۔ مقتول شعراء کے اسباب

شاعری کا پس منظر قرآن کی روشنی میں:

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "شعر" ایک دفعہ ذکر ہوا ہے جبکہ شعراء کا عمومی ذکر بھی ایک مرتبہ آیا ہے، اور "شاعر" کا لفظ قرآن میں چار مرتبہ ہوا ہے اور یوں مجموعی طور پر چھ آیات ایسی ہیں جن میں شعر و شعراء کا ذکر آیا ہے۔

قرآن پاک میں لفظ "شعر" ایک مرتبہ آیا ہے، فرمان پروردگار ہے:

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾[۲]:

ترجمہ: اور ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے، یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن (پُر از حکمت) ہے۔

قرآن کی آیات میں اللہ تعالی نے کفار کے اس دعوے کی نفی کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ شاعر ہیں، قول ربانی ہے:

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ﴾[۳]

ترجمہ: یہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم میں سے کم ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔

عربی شاعری کی ابتداء

عربی شاعری کی ابتداء "رجز" سے ہوئی جو دو چار شعر سے زائد نہ ہوتی تھی۔ سب سے پہلے جس شخص نے قصیدہ کہا وہ مہلہل بن ربیعہ ہے۔ یہ قصائد ان کے مقتول بھائی کی مرثیہ خوانی اور اس کے قصاص کے لیے تحریص و ترغیب پر مشتمل تھے۔ مہلہل پہلا شخص ہے جس نے تیس شعر کا قصیدہ کہا۔ مہلہل کا اصلی نام "عدی" تھا، چونکہ اس نے قصیدے کہے اس وجہ سے اس کا نام مہلہل ہو گیا۔ "ہلہل الثوب" کی معنی کپڑے بننے کے ہیں۔

مہلہل کے بعد امرؤ القیس، علقمہ، عبید پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے شاعری رجزیہ اشعار یامقطعات تک محدود تھی جن کے لیے عنبر بن عمر بن تیم درید بن زید بن نہدا عصر بن سعد بن قیس، عیلان، زہیر بن خباب الکلبی، افوہ اودی اور ابی دواوالایادی کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ ان کا زمانہ مہلہل سے کچھ زیادہ دور نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ یہی دور اسلامی ترقی، فتوحات اور اسلامی تہذیب و تمدن کا ممتاز زمانہ رہا ہے۔ عربی زبان میں تمام علوم و فنون منتقل ہوئے۔ تاریخ عالم منضبط کی گئی۔ مختلف تمدنوں سے عرب کو سابقہ پڑا۔ جغرافیائی نقطہ نظر سے عربی زبان دنیا کی کثیر آبادیوں تک پہنچی اور عربی شاعری عالم کے مختلف تاریخی و جغرافیائی، تمدن کے اختلاط سے متاثر ہوئی۔

شاعری کے اہداف حسب ذیل رہے:

۱۔ خاندانی کارناموں پر مفاخرت مذہبی سیاسی علمی کاموں میں تقابل، سیاسی اغراض کے تحت شاعری کا پرچار۔ خاص طور پر بنی اُمیہ کے خلفاء نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۲۔ خوشامدی اسالیب کا اختیار۔

۳۔ زندانہ شاعری جس میں شراب کی تعریف۔ بزم نشاط۔ ساقی مطرب اور شاہد پرستی، گانے کی توصیف وغیرہ شامل ہے۔

۴۔ وصف نیچرل شاعری، چنانچہ باغات، چمنوں کے مناظر، فطرت کے مناظر کی تشریح، شکار اور دیگر تشبیہات وغیرہ۔

۵۔ وعظ، حکمت و فلسفیانہ اقوال۔

۶۔ بعض علوم و فنون کے قواعد کو بغرض آسانی حفظ نظم کرنا۔

سلیک بن سلکۃ

دور جاہلیت کی عمیق تاریخ میں مدہم روشنی کی طرح ایک نام سلیک ہے۔ اس کا مکمل نام سلیک بن سلکۃ بن عمرو ہے۔[۴] بعض تاریخی روایات کے مطابق ابن عمیر یثربی کے نام سے بھی جانا گیا ہے اس کا تعلق بنی مقاعس سے ہے اس کی وفات تقریباً ۶۰۵م میں ہوئی۔ سلسلہ نسب بنی تمیم تک جا پہنچتا ہے جبکہ سلکۃ اسکی والدہ کا نام ہے اور وہ بھی شاعرہ ہے جس نے اپنے بیٹے سلیک کی وفات پر مرثیہ کہا ہے۔ سلیک کا تعلق صعالیک شعراء سے بھی ہے جو کہ خانہ بدوش طرز کی زندگی گزارتے تھے اور ان کا مستقل مسکن نہ تھا جبکہ دوسرے قبیلوں پر حملہ آور ہونا اور مخالفت

پر کسی کو قتل کرنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ سلیک دوڑنے میں بہت مشہور تھا جبکہ اس کی نسبت سے کہا جاتا تھا کہ فلاں سلیک سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔ اس نے اپنے وقت میں کچھ نوجوانوں کو مقابلہ دوڑ کے لئے للکارا اور لوہے کی زرہ پہن کر دوڑ میں شریک ہوا اور سب پر سبقت لے گیا۔

اس کے القاب: اس کے القاب میں اِسی کے دور میں اسکی تیز رفتاری کی مثال دی جاتی تھی اور کہا جاتا تھا: "أعدي من السليك"[٥]، یعنی سلیک سے بھی زیادہ تیز رفتار، سلیک المقانب، الرئبال، الشیطان اور أشعر العرب یعنی زیادہ شعر کہنے والا کے القاب اس سے منسوب ہیں جبکہ الشیطان کا لقب اسکی ھجویہ شاعری اور قبائل پر حملہ کرنے کی وجہ سے منسوب ہے۔

سلیک کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے اس راز سے بھی پردہ اٹھتا ہے کہ وہ دوسرے قبیلوں پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آتا اسے استحقاق سمجھتے ہوئے اپنی ملکیت تصور کرتا۔[٦] تاریخ کے اوراق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مضر قبیلہ پر حملہ نہیں کرتا تھا بلکہ یمنی قبیلہ پر حملہ آور رہا، اگر یہ ممکن نہ ہوا تو ربیعہ کے قبیلہ پر حملہ آور ہوا[٧]۔ اغیار کے مال پر قبضہ کرنے اور دوسرے قبیلے پر جھپٹنے کی ذمیم خصلت کے باوجود اپنے قبیلے کے غرباء کا خیال رکھتا اور دشواری وقت میں ان کی معاونت بھی کرتا۔ زمین کے اندر کسی چیز کو پوشیدہ رکھنے اور طویل عرصہ بعد اُسی جگہ کا اندازہ لگانے میں ملکۂ خاص رکھتا تھا[٨]۔ قبائل پر حملہ آور ہونے اور سرقہ کی زندگی گزارتے ہوئے خود بھی حملہ کا شکار ہوا اور قتل کیا گیا۔

سلیک اپنے بعد جو اشعار چھوڑ کر گیا وہ بہت کم ہیں لیکن زندگی کی حقیقی تصویر سے تعبیر کئے جاتے ہیں جب بنی عوارۃ سلیک کو قتل کے ارادہ سے آئے اُس وقت سلیک نے "فکیھۃ" نامی عورت کے ہاں پناہ لی جس نے سلیک کو قتل ہونے سے بچایا اور اس کا دفاع کیا، اس امر پر سلیک نے یہ شعر کہا:

لعمرُ أبيكَ والأنباءُ تُنمَى لَنِعمَ الجارُ أختُ بنِي عوارَا[٩]

اس میں سلیک نے بنی عورۃ کی بیٹی کی مدح کی اور کہا کہ اُس نے بنی عوارۃ کی پناہ لی جس نے اُسے موت کی وادی سے نکالا۔

ھجویہ شاعری سلیک کی ہلاکت کا باعث بنی جبکہ اس نے مالک بن عمیر جو خثعم قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا کی ھجو کی۔ سلیک نے ایک عورت سے تعلق استوار کیا جبکہ اُس عورت نے سلیک کو خثعم قبیلہ سے ڈرنے کا کہا کہ تیرے عمل کا انجام اچھا نہ ہو گا۔ اس بناء پر سلیک نے خثعم قبیلہ کی ھجو کی اور کہا:

تحذرني كي أحذَر العامَ خثعما　　وقد علمتُ أني امرؤٌ غير مسلم

وما خثعمُ إلا لِئام أذلةٌ　　إلى الذّل والإسحاقِ تنمي وتَنتمي (١٠)

مجھے خثعم قبیلہ سے نہ ڈرایا جائے میں مرعوب نہیں ہوتا اور نہ ہی میں پیچھے ہٹنے والا ہوں جبکہ خثعم کیا ہے وہ تو صرف ایک ذلت وتباہی کا استعارہ ہے۔

یہ اشعار خثعمی قبیلہ تک پہنچے، نتیجتاً انتقام کی آگ طرفین میں بڑھکی۔ انس بن مدرک الخثعمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور سلیک سے مقابلہ کیا جس میں سلیک مارا گیا۔

ھدبۃ بن خشرم

اس کا نام ھدبۃ بن خشرم بن کرز بن ابی حیۃ ہے۔ جو کہ اسلامی شاعر ہے اور اسکی شاعری فصیح زبان میں ہے۔ شاعر کا تعلق قبیلہ عذرۃ سے ہے۔ انساب کی کتابیں اس کا نسب قضاعۃ تک بیان کرتی ہیں۔ ابو سلیمان اس کی کنیت جبکہ عذرۃ خاندان کی نسبت سے اس کا لقب ہے۔ ھدبۃ کا تعلق شاعر خاندان سے ہے۔ اس کی والدہ حیۃ بنت بکر شاعرۃ تھی۔ تبریزی نے اس کا نام ریحانہ بھی ذکر کیا ہے۔ ھدبۃ کے بھائی حوط، سیحان اور واسع شعراء تھے جبکہ اس کی دو بہنیں سلمی اور فاطمہ بھی شاعرہ تھیں۔ اس کی بیوی اس وقت کی خوبصورت خواتین میں سے تھی اور اس کا تعلق قبیلۂ قضاعۃ سے تھا۔ اپنے شوہر کی وفادار رہی، ھدبۃ کی موت کے بعد اس کی بیوی نے اپنا ناک اور ہونٹ اس بناء پر کاٹے کہ شادی کی رغبت نہ رہے۔ جمیل بن معمر شاعر سے ملاقات کی روایات ملتی ہیں، جس نے ھدبۃ کو کپڑے اور نفقہ دیا لیکن ھدبۃ نے اسے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ جمیل نے ابن عامر کی ھجاء کی تھی جو کہ ھدبۃ کے قبیلہ سے تھا۔(١١)

شاعری:

ھدبۃ کی شاعری کے حوالہ سے مصادر بہت کم ہیں۔ شعر کی روایت حزن اور اضطرابی کیفیت پر مشتمل ہے کیونکہ چچازاد سے اختلاف کی وجہ سے کچھ عرصہ زنداں کی نظر ہوا۔ اسکی شاعری صدق کی ایک نمایاں اور منفرد تصویر ہے۔ اسکی شاعری جو ہم تک منتقل ہوئی وہ اس وقت کی ہے جب ھدبۃ پابند سلاسل تھا۔ دیگر شعراء کی مانند اس کا ضخیم دیوان نہیں۔ ابن ندیم نے ذکر کیا ہے کہ زبیر بن بکار نے اپنے مجموعہ میں ھدبۃ بن خشرم اور زیادۃ بن زید کی اخبار جمع کی ہیں۔(١٢) اس کی شاعری کا بیشتر حصہ ضائع ہو جانے کے واضح اور صریح اشارات موجود ہیں۔ نقاد کو اس کی شاعری کا جو حصہ ملا اُس پر یہ رائے قائم کی کہ یہ کسی قصیدہ کا جزء ہے یعنی اس کی شاعری مقطوعات اور ٹکڑوں پر

مشتمل ہے۔ اس نے جاھلی شاعر زھیر بن ابی سلمی کی شاعری کا منہج اختیار کیا۔ عرب نقاد و ادباء نے اس کی شاعری کی تحسین کی کیونکہ اس میں سچے احساسات، الم فراق اور حزن کی صادق تعبیر ہے۔ اکثر شاعری بدیہی اور ارتجالی ہے جس میں جودت کی صناعت پائی جاتی ہے۔

اس کی شاعری علماء کی نظر میں:

نقاد اور ادباء نے ھدبۃ کی شاعری کو سراہا کیونکہ اس کی شاعری کے پس منظر میں ایک عمدہ اور حقیقی تصور تھا۔ قید و بند کی صعوبتیں اور فراق کے درد میں مبتلا جو احساسات پروان چڑھے اس کی تصویر ھدبۃ کے شعری نمونہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اصفھانی کہتا ہے کہ اسیری میں عربوں سے زیادہ شعر کہنے والا ھدبۃ ہے (۱۳)۔ ابن رشیق نے ذکر کیا ہے کہ امن اور خوف کے مابین بدیہیت اور ارتجالیت پر قائم رہنے والے چند شعراء ہیں ان میں ھدبۃ بن خشرم اور طرفۃ بن العبد ہیں۔ (۱۴)

ھدبۃ کی ارتجالیت کی واضح تصویر معاویہ کی مجلس میں نظر آتی ہے جب ھدبۃ اور عبدالرحمن کو شام کی طرف بھیجا گیا اُس وقت معاویہ نے کسی امر کے بارے استفسار کیا۔ ھدبۃ نے کہا: اس ویسے ہی بتاؤں یا شعر کی صورت میں۔ معاویہ نے کہا: شعر کی صورت میں۔ ھدبۃ نے معاویہ کی خواہش کے مطابق شعری نہج پر امر کو عرض کیا۔ (۱۵)

ھدبۃ اور زیادۃ شام سے واپسی پر اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ سفر میں تھے۔ مرحلہ وار قافلہ کی قیادت اور رہبری کرتے اور ترنم سے اشعار پڑھتے۔ زیادۃ نے ھدبۃ کی بہن پر غزلی شاعری کہی، ھدبۃ غصہ ہوا اور زیادۃ کی بہن پر فحش گوئی کی۔ دونوں میں حدّت بڑھی۔ دونوں شعراء نے جو اشعار کہے ان میں فحش گوئی بہت زیادہ ہے جنکو یہاں ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو مطالعہ کرنے کے لئے اغانی سے یا الشعر والشعراء سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ھدبۃ کو موت:

ھدبۃ اور زیادۃ کے درمیان اختلافات اور جھگڑے شدت اختیار کر گئے۔ ھدبۃ کی شدت غصہ کی وجہ یہ ہے کہ زیادۃ نے جب شعر کہے، ھدبۃ کی بہن یہ ابیات سُن رہی تھی، جبکہ ھدبۃ نے جب زیادۃ کی بہن پر اشعار کہے وہ وہاں نہیں تھی۔ ھدبۃ کی بہن کا فوراً اشعار سننا اس کے غصہ کی آگ کو مزید بڑھانے کا سبب بنا اور اس کی غیرت میں اشتعال پیدا کیا۔ اسی سبب پر ھدبۃ نے زیادۃ کو قتل کر دیا اور خود پابند سلاسل ہو گیا۔ زیادۃ کے خاندان نے دیت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور خون کا بدلہ خون سے لینے کا فیصلہ کیا۔ زیادۃ کا بیٹا مسور سنِ بلوغت کو پہنچا اور اپنے باپ کا بدلہ لیا۔ ھدبۃ زنداں سے نکل کر موت کی بیڑیاں پہن کر ابدی نیند سو گیا۔

متنبی (پیدائش ۳۰۳ھ وفات ۳۵۴ھ)

پیدائش اور حالات زندگی:

ابو طیب احمد بن حسین متنبی کوفہ میں نادار والدین کے ہاں پیدا ہوا۔ اس کا باپ کوفہ میں بہشتی کا کام کرتا تھا، ابھی وہ چھوٹا ہی تھا کہ اس کا باپ دیہات سے نکل کر شہری زندگی گذارنے کے لیے وہاں سے سفر کر کے شام میں منتقل ہو گیا۔ وہ اپنے بچے کو مدارس میں بھیجتا رہا اور مختلف قبائل میں اس کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ہونہار بچہ کے آثار و قرائن بتا رہے تھے کہ یہ فاضل بنے گا اور کامیاب زندگی گذارے گا جب باپ کی وفات ہوئی تو وہ جوانی میں قدم رکھ رہا تھا اور علوم لغت و ادب سے خاص دلچسپی پیدا کر چکا تھا چنانچہ اب وہ روزی کمانے اور مد و سروری سے ہمکنار ہونے کے لیے سفر کرنے لگا۔

بچپن ہی سے متنبی سبک روح، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور مجد و سروری کی طرف مائل تھا بڑا بننے ہی کا شوق تھا جس نے اسے نوجوانی اور ناتجربہ کاری کی عمر میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت پر ابھارا اور بیعت کا معاملہ پورا ہوا ہی چاہتا تھا کہ علاقہ کے گورنر کو اس سازش کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ جیل خانہ سے اس نے گورنر کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں کہتا ہے:

أَمَالِكَ رِقِّي ومَنْ شَأْنُهُ	هِباتُ اللُّجَينِ وعِتْقُ العَبيدِ
دَعَوْتُكَ عِندَ انْقِطاعِ الرّجَا	ءِ والموْتُ مني كحَبل الوَريدِ
دَعَوْتُكَ لما بَراني البَلاءُ	وأوْهَنَ رِجْليّ ثِقْلُ الحَديدِ
تُعَجِّلُ فيّ وُجوبَ الحُدودِ	وَحَدّي قُبَيلَ وُجوبِ السّجودِ
امالك رقى ومن شانه	هبان الجين و عتق العبيد
دعوتك عند انقطاع الرجا	ء والموت نی کجل منی کحبل الورید
دعتك لما برانی البلی	وأوهن رجلی نقل الحدید
تعجل فی وجوب الحدود	وحدی قبل وجوب السجود(١٢)

اے میرے آقا! جس کا کام ہی دولت بخشنا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے، میں آپ سے امید منقطع ہو چکنے اور اپنا گلا موت کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے وقت مدد کی درخواست کرتا ہوں، اس وقت میں آپ سے مدد کا خواہاں ہوں جب کہ میری حالت خستہ ہو چکی ہے اور میری ٹانگوں کو بیڑیوں کے بوجھ نے کمزور کر دیا ہے، ابھی سے مجھ پر حدود قائم کی جارہی ہے حالانکہ ابھی تو مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی ہے۔

چنانچہ گورنر نے اسے رہا کر دیا لیکن تمنائے سروری اس کے دل و دماغ میں اس طرح سما چکی تھی کہ جوانی ختم ہو جانے کے بعد بھی اس نے شام میں نبوت کا دعویٰ کر ڈالا۔ اور اپنی جادو بیانی، نیز ادبی قوت سے کام لے کر لوگوں کی اچھی خاصی تعداد کو اپنا مرید بنا لیا اور جب اس سے آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا "آپ ﷺ ہی نے تو میری آمد کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ "لا نبی بعدی" یعنی میرے بعد "لا" نامی شخص نبی ہو گا اور میرا نام آسمان میں "لا" ہے"۔ اس نے قرآن کے مقابلہ میں اپنا کچھ کلام بھی پیش کیا تھا۔ جب اس کا یہ دعویٰ مشہور ہوا تو واخشیدیہ کے نائب امیر حمص نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے توبہ کرنے پر اس وقت رہا کیا جب اس کے مریدین کا حلقہ ٹوٹ گیا۔ پھر وہ اپنی بلند آرزوؤں سے بھی دور کے سفر کرنے لگا اور اس سفروں میں اس کے پاس صبر و ثبات، عزم و ہمت کے سوا کوئی زادِ راہ نہ ہوتا جیسا کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے مثلاً:-

وَحيدٌ مِنَ الخُلاّنِ فِي كلّ بَلْدَةٍ إذا عَظُمَ المطلُوبُ قَلّ المُساعِدُ[١٧]

وہ ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تن تنہا ہے جب مقصود عظیم ہوتا ہے تو مددگار کم ہو جاتے ہیں۔

نیز:

ضاقَ صَدري وطالَ فِي طَلَبِ الرِّزْ قِ قيامي وَقَلّ عَنهُ قُعُودِي

ضاق صدری وطال في طلب الرز ق قيمى وتل عنه تعودى

ابدا اقطع البلاد ونجمى في نحوس وهمتى في سعود[١٨]

میں دل برداشتہ ہو گیا ہوں، طلب معاش میں ہر دم مارا مارا پھر تا رہتا ہوں اور اس طرف سے مجھے طمانیت نہیں ملتی، سدا ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں میرے تارے نحوست میں ہوتے ہیں لیکن ہمت سعادت میں رہتی ہے۔

وہ اسی طور سے ادھر ادھر پھرتا رہا تا آنکہ سیف الدولہ کی طرف سے انطاکیہ میں مقرر کیے ہوئے گورنر ابو العشائر سے اس کا تعلق ہو گیا، اس نے اس کی مدح بھی کی، چنانچہ گورنر نے اس کی عزت افزائی کی، اسے سیف الدولی کے حضور پیش کیا، اس کے سامنے متنبی اور اس کے شعر و ادب کی صلاحیتوں کا تعارف کرایا اور اس کا بلند مقاما بتایا، چنانچہ حاکم نے اسے اپنے مقربین میں شامل کر لیا اور اس کا بڑا احترام کیا اسے جنگ اور شہسواری کی تربیت کے لیے متعلقہ ماہرین فن کے پاس بھیجا تا کہ وہ امن و جنگ میں اسے اپنے ہی ساتھ رکھے اور کسی وقت بھی جدا نہ کرے۔ ساتھ ہی اسے خوب آسودہ اور مالا مال کر دیا حتی کہ وہ خود کہتا ہے:

تَرَكْتُ السُّرَى خَلفي لِمَنْ قَلّ مالُه وَأنعَلْتُ أفراسي بنُعْماكَ عَسجَدَا
وَقَيّدْتُ نَفْسِي في ذَرَاكَ مَحَبّةً وَمَنْ وَجَدَ الإحْسانَ قَيْداً تَقَيّدَا
تركت السرى خلفى لمن قل ماله والعلت افراسى بنعماك عسجدا
وقيدت نفسى فى هواك محبة ومن وجد الاحسان قيد اتقيدا(١٩)

میں نے راتوں کا سفر اپنے پیچھے ان لوگوں کے لیے چھوڑ دیا جن کے پاس مال کی کمی ہے اور میں نے تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوالیں اور میں نے تیرے لطف و کرم کی وجہ سے اپنے آپ کو تیری محبت میں محصور و مقید کر دیا اور جو بھی احسان کو بیڑی کی صورت میں پاتا ہے وہ قید ہو جاتا ہے۔

الغرض وہ اس کے ساتھ نہات اطمینان و آسودگی سے زندگی گذار رہا تھا کہ کسی وجہ سے ان کے درمیان رنجش پیدا ہو گئی اور وہ ٣٤٦ھ میں اس سے جدا ہو کر مصر چلا گیا وہاں کافور اخشیدی اور ابو شجاع کی مدح کرتا رہا اور ایک زمانہ تک کافور کی نظر عنایت کا منتظر رہا کہ وہ اسے کسی بڑے منصب پر فائز کر دے لیکن تا کجے؟ آخر اسے کہنا ہی پڑا:

أبا المِسْكِ هل في الكأسِ فَضْلٌ أنالُه فإنّي أُغَنّي منذُ حينٍ وَتَشرَبُ(٢٠)

اے ابو المسلک! (یہ کافور کی کنیت ہے) کیا جام میں کچھ میرے لیے بھی بچے گا؟ میں مدتوں سے گا رہا ہوں اور آپ پیے چلے جارہے ہیں؟

وَهَل نافِعي أنْ تُرْفَعَ الحُجبُ بَيْنَنا وَدونَ الذي أمّلْتُ مِنْكَ حِجابُ
وَفي النّفسِ حاجاتٌ وَفيكَ فَطَانَةٌ سُكُوتي بَيَانٌ عِنْدَها وَخِطابُ
وهل نافعى ان ترفع الحجب بيننا ودون الذى املت منك حجاب
وفي النفس حاجات وفيك طفانة سكوتي بيان عندها وخطاب(٢١)

ہمارے درمیان کے حجابات دور ہو جانے سے مجھے کیا فائدہ ہو گا جب کہ وہ امید جو میں آپ سے لگائے بیٹھا ہوں ابھی تک آپ سے پردہ میں ہے میرے دل کے ارمان دل ہی میں ہیں اور آپ ان سے خوب واقف ہیں کیوں کہ آپ میں اندرونی حلات بھانپنے کی صلاحیت ہے نیز خود میری خاموشی زبان حال سے اس قلبی کیفیت کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔

اس کی اس قسم کی طنزیہ شاعری، تعلی اور شوق امارات سے کافور کو اس کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ اس سے روگردانی کرنے لگا۔ اس پر متنبی نے اس کی ہجو کہہ ڈالی اور بغداد کا رخ کر لیا چونکہ وہ بالعموم بادشاہوں سے کم درجہ کے لوگوں کی مدح کہنا کسر شان خیال کرتا تھا اس لیے وزیر مہلبی کی اس نے مدح نہ کی جس نے مہلبی نے برامانا اور انتقاما بغداد کے شاعروں کو اس کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے اس کی اور اس کی شاعری کی خوب گت بنائی۔ لیکن متنبی ان کے منہ نہ لگا اور فضل بن عمید سے ملاقات کرنے کے لیے ارجان روانہ ہو گا یا صاحب بن عبداد وزیر نے اس خیال سے کہ وہ اس کی مدح کرے گا اسے اصفہان آنے کی دعوت دی لیکن وہ اسے خطرہ میں نہ لایا اور عضد الدولی سے ملنے کے لیے شیراز کا قصد کر لیا، اس پر صاحب اس سے جل گئے اور غصہ میں اس کے کلام کی خامیاں نکالنے اور اس پر نکتہ چینی کرنے لگا حالانکہ وہی اس کے محاسن کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا۔ چنانچہ صاحب اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف محاذ قائم کر کے اس کے خلاف قلمی جنگ برپا کر دی، اس پر سرقۂ مضامین اور ادب عربی کے اسالیب سے بغاوت کا الزام لگایا، لیکن خود اعتمادی اور اپنی شاعری پر ناز ہونے کی وجہ سے متنبی نے ان ناقدین میں سے کسی کو درخود اعتناء نہ سمجھا۔

متنبی کا بنی ضبۃ کے کچھ لوگوں سے سامنا ہوا جن میں ضبۃ بن زید نامی شخص کی متنبی نے ھجاء کی اور کہا:

ما أنصف القومُ ضبة — وأمّه الطرطبه

وما عليك من القتل — وإنما هي ضربة

وما عليك من العذر — إنما هي سُبَّة(٢٢)

ان ھجویہ اشعار میں ضبۃ کی غیرت اور حمیت میں اشتعال پیدا کیا جبکہ یہ اشعار ضبۃ کی ماں کے بھائی فاتک بن ابی جہل الاسدی تک پہنچے اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا۔ چنانچہ بغداد کے علاقہ صافیہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل آئے اور جنگ ہونے لگی جب متنبی نے اپنی کمزوری اور شکست کا اندازہ لگا لیا تو بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے غلام نے اس سے کہا" کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں " بھگوڑے " کہلاؤ حالانکہ تم نے یہ شعر کہا ہے:۔

الخيلُ والليلُ والبيداءُ تعرفُني والسيفُ والرّمحُ والقرطاسُ والقلمُ(٢٣)

گھوڑوں کے دستے، رات اور لق ودق صحرا، نیز تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم سب مجھے جانتے ہیں۔

چنانچہ وہ جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بھی قتل ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا اور غلام بھی مارے گئے یہ ۳۵۴ھ اواخر رمضان کا واقعہ ہے۔

اس کی شاعری:

متنبی معنی آفریں شاعروں میں سے ہے اس نے شاعری و فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی۔ اس نے شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابو تمام اور اس کے ہمنواؤں نے اسے قید کر دیا تھا اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی ڈگر سے نکالا۔ یہی عربی شاعری میں رومانی طرز انشاء (جس میں تخیل و جذبات کا زور ہوتا ہے اور نفس مضمون کو الفاظ و طرز اداء پر ترجیح دی جاتی ہے) کا قائد ہے۔ اس نے اپنی شاعری میں حکم وامثال کو جگہ دی۔ جنگ کے وصف میں جدت طرازی، عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیب، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب المثل لے آنا، حسن گریز، مدح کو انوکھا انداز۔ چبھتی ہوئی ہجو اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ جو چیز متنبی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری میں اس کی شخصیت کا ابھر کر آنا، اس کا صدق ایمان و پختگی رائے، اس کی خودی و خود اعتمادی، نیز نفسیات، لوگوں کے ماغل دلی خواہشات و جذبات، حقائق کائنات، اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری ترجمانی اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانے کے ادی کے لیے مددگار اور خطیب کے لیے معاون بنی رہی۔

اس کی شاعری کے عیوب:

کبھی کبھی متنبی کی شاعری میں مضمون و معنی تنگ، اور اسے سمجھنا دشوار، ہو جاتا ہے الفاظ سے بے توجہی کی بنا پر اس کی عبارت میں خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بھونڈے الفاظ، معنوی تعقید، غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال، مطلع بے ڈول، قیاس کی مخالفت، شاعری کے مضمون میں تفاو، مبالغہ میں حد سے تجاوز کر کے اسے ناممکن حد تک پہنچا دینا، مثلاً:

ولا الضّعْفَ حتی يَتبَعَ الضّعفَ ضِعفُه ولا ضِعفَ ضِعفِ الضّعفِ بل مثله أُلْفُ(٢٤)

یا جیسے اس کا شعر ہے:

أنّى يَكُونُ أبَا البَرِيّةِ آدَمٌ وأبوكَ والثّقَلانِ أنْتَ مُحَمّدُ(٢٥)

کہنا یہ چاہتا ہے کہ انی یکون آدم ابالابرایاو ابوک محمد وانت الثقلان یعنی آدم کیونکر انسانوں کا جد اعلی ہو سکتا ہے، حالانکہ آپ کا باپ محمد ہے اور آپ ثقلان ہیں یا جیسے ایک جگہ وہ کہتا ہے:

لوْ لم تكنْ من ذا الوَرَى اللّذْ منك هُوْ　　　عَقِمَتْ بمَوْلِدِ نَسْلِها حَوّاءُ (٢٦)

یعنی اے ممدوح اس دنیا میں جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو مائی، حوا بانجھ ہو جاتیں اور ان کے کوئی اولاد نہ ہوتی۔

اس قسم کے پر تعقید شعروں کی مثالیں ہمیں ہمارے موضوع سے دور لے جائے گی لہذا جسے ان چیزوں کے معلوم کرنے کا شوق ہو وہ ثعالبی کی تصنیف "تییمۃالدھر" دیکھے۔

شاعری کا نمونہ:

زمانہ کا شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

لم يترك الدهر من قلبى ولا كبدى　　　شيئا تتيمه عين ولا جيد

يا ساقيى الخمر فى كؤ وسكما　　　ام فى كؤوسكما هم وتسهيد؟

اصخرة انا؟ مالى لا تغير فى　　　هذى المدام ولا تلك الاناشيد

اذا اردت كميت الخمر صافية　　　وجدتها وحبيب النفس مفقود

ماذا القيت من الدنيا وعجبها　　　انى بما انا باك منه محسود (٢٧)

زمانہ نے میرے دل و جگر میں ایسی چیز باقی نہیں چھوڑی جسے (معشوق کی) نگاہ یا گردن مسحور کر سکے۔ ساقیا! تمہارے جام میں شراب ہے یا اس میں غم و فکر اور بے خوابی ہی بھری ہے؟ کیا میں پتھر ہوں؟ آخر کیا ہے کہ یہ شراب اور یہ نغمے مجھ میں تغیر پیدا نہیں کرتے؟ جب میں ارغوانی صاف شراب کی تمنا کرتا ہوں تو وہ مجھے مل جاتی ہے مگر دوسری طرف (اس کا جوڑ) محبوب مفقود ہوتا ہے مجھے اس دنیا سے ملا ہی کیا ہے؟ لیکن سب سے زیادہ حیرت و تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ کچھ جو مجھے ملا ہے اس میں تو نالاں اور بیزار ہوں لیکن لوگ ہیں کہ میری اس حالت پر بھی مجھ سے حسد کرتے ہیں۔

فلسفیانہ شاعری کرتے ہوئے کہتا ہے:

نحن بنو الموت فما بالنا　　　نعاف مال بد من شربه

تبخل ايدنا برواحنا　　　على زمان هن من كسبه

فهذه الرواح من جوه　　　وهذه الاجسام من تربه

لو فکر العاشق فی منتهی حسن الذی یسبیه لم یسبه
لم یر قرن الشمس فی شرقه فشکت الانفس فی غربه
یموت راعی الضان فی جهله موتة جالینو فی طبه
وربما زاد علی عمره وزاد فی الامن علی سربه
عغایة المفرط فی سلمه کغایة المفرط فی حربه(۲۸)

ہم موت کے بیٹے ہیں (یعنی اس کے تابع ہیں) پھر آخر کیا سبب ہے کہ ہم اس چیز کو پینے سے گریز کرتے ہیں جس سے کوئی مفر ہی نہیں ہے؟ ہمارے ہاتھ زمانہ کو اپنی روحیں دینے میں بخل کرتے ہیں حالانکہ ہماری روحیں زمانہ کی کمائی ہیں یہ روحیں تو زمانہ کی فضا سے آتی ہیں اور یہ اجسام اسی زمانہ کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں اگر عاشق کبھی اس حسن کے انجام پر غور کرلے جس نے اسے بے داموں خرید لیا ہے تو وہ کبھی اس طرح بے خود نہ ہو جاتا کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہوا نظر آئے تو کسی کو اس کے غروب ہونے میں شک ہوا ہو بھیڑ بکریوں کو چرانے والا اپنی لاعلمی و جہالت کے باوجود اسی طرح موت سے ہمکنار ہوتا ہے جس طرح جالینوس اپنی تمام طبی معلومات کے باجود مر گیا۔ بلکہ کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ زندہ رہتا ہے اور اپنے گھر بار کو زیادہ عافیت سے رکھتا ہے۔ اپنی حفاظت و احتیاط میں انتہائی کوشش کرنے والے کا بھی وہی انجام ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بے دھڑک، جنگ میں ڈال لینے والے کا۔

نصیبك فی حیاتك من حبیب نعیبك فی منامك من خیال
رمانی الدهر بالا زراء حتی فؤادی فی غشاء من نبال
فصت اذا اصابتنی سهام تکسرت النصال عل النصال
فهان فما ابالی بالرزایا لانی ما انفعت بان ابالی(۲۹)

تمہاری زندگی میں تمہیں محبوب سے جو حصہ ملا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے خواب میں خیال سے معاملہ۔ مجھ پر زمانہ نے اس قدر آفتیں ڈھائی ہیں کہ میرا دل تیروں سے اٹا پڑا ہے اب حالت یہ ہے کہ جب مجھے تیر لگتے ہیں تو گویا وہ تیر تیر پر ہی لگ کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور اب مشکلات میرے لیے آسان ہو گئیں کہ میں ان کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھتا، اس لیے کہ میں نے ان کی پرواکر کے ان سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھایا۔

صحب الناس قبلنا ذا الزمانا وعناهم من امره ماعنانا
و تو لوا بغصة کلهم منه وان سر بعضهم احيانا
ربما تحسن الصنيع ليا ليه ولكن تكدر الاحسانا
وكانا لهم ير ض فينا بريب الد هر حتى اعانه من اعنا
كلما انبت الزمان قناة ركب المرء فى القناة سنانا
ومراد النفوس اصغر من ان نتعادى فيه و ان نتفانى
غير ان الفتى يلاتى المنايا كالحات ولا يلاتى لاهوانا
ولو ان الحيوة تبقى لحى لعد دنا اضلنا الشجعانا
واذا لم يكن من الموت بد فمن العجز ان تموت جبانا[٣٠]

ہم سے پہلے بھی لوگ اس زمانہ میں رہے ہیں اور اس کی جو چیزیں ہمارے لیے باعث کوفت ہیں انہیں بھی پریشان کرتی رہی ہیں وہ سب اس سے غسہ ہو کر ہی واپس گئے ہیں گو کبھی کبھی اس نے کسی کو خوش بھی کیا ہے کبھی اس کی راتیں کوئی بھلائی اور احسان بھی کر جاتی ہیں مگر جلد ہی وہ کیے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہیں مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم صرف زمانہ کی گردشوں پر ہی راضی نہیں بلکہ اس کی مصیبتوں میں اور اضافہ کرنے کے لیے ہم میں سے بعض اس کی مدد بھی کرتے رہتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب بھی زمانی کوئی بانس اگتا ہے تو انسان اس کے اوپر ایک آہنی پھل کا اضافہ کر کے اسے نیزہ بناڈالتا ہے انسانوں کے دلوں کی خواہشات اور ان کے تقاضے اس سے بہت ہی حقیر و کمتر ہیں کہ ہم ان میں ایک دوسرے سے دشمنی کریں اور لڑے مرتے رہیں لیکن بات یہ ہے کہ انسان بھیانک موتوں کا سامنا کر لیا ہے لیکن ذلت کا سامنا نہیں کرتا اور اگر کسی زندہ کے لیے زندگی ہمیشہ رہ جاتی تو ہم بہادروں کو سب سے زیادہ نامعقول و گمراہ شخص تصور کرتے اور جبکہ۔۔۔۔ موت سے کوئی مفر ہی نہیں ہے تو یہ نہایت عاجزی ہوگی کہ ہم بزدلی سے جان دیں۔

زودينا من حسن و جهك مادا ما فحسن الوجوه حال تحول
وصلينا نصلك فى هذه الدنيا فان المقام فيها قليل[٣١]

جب تک تیرے چہرے میں حسن ہے ہمیں اس حسن نے فیض پہنچاتی رہ کہ یہ حسن سدا باقی نہیں رہے گا، اور ہم سے اس دنیا میں میل جول اور راہ ورسم باقی رکھ کہ ہماری یہاں اقامت تھوڑی ہی ہے۔

بشار بن بُرد (متوفی ١٦٧ھ)

پیدائش اور زندگی کے حالات:

بشار بن جوخ، ولاء کے اعتبار سے عقیلی ہے۔ (اس لیے کہ اس کے کانوں میں بندے پڑے رہتے ہیں) اس کا باپ ایرانی، طخارستان کا باشندہ تھا جو مہلب بن ابی صفری کے قیدیوں میں سے تھا جسے مہلب نے بنی عقیل کی کسی خاتون کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس خاتون نے بعد میں اس سے نکاح کر لیا اور یوں وہ عقیلی کہلانے لگی۔ بشار بصرہ میں پیدا ہوا اور اس نے بنی عقیل میں پرورش پائی۔ وہ بصریہ کے مضافات میں مقیم عرب کے دیہاتی باشندوں سے ربط وضبط رکھنے میں دلچسپی لیتا اور ان میں آمد و رفت کا سلسلہ رکھتا تھا چنانچہ جب وہ جوان ہوا تو اس کی زبان نہایت شستہ و فصیح تھی اور بیان غلطیوں سے پاک یہی سبب ہے کہ بشاوہ وہ آخری شاعر ہے جن کی شاعری علماء نحو قابل سند شمار کرتے ہیں جب اس نے با قاعدہ ذمہ داری کی زندگی میں قدم رکھا تو خلفاء و امراء کی مدح کہہ کر ان کے عطیوں پر گذر کرنے لگا۔ اگر وہ ہجو نہ کہتا اور عوروں سے تعرض نہ کرتا تو وہ اپنی شاعری سے نہات آسودہ و بافراغت زندگی گذارنے میں کامیاب ہو جاتا، لیکن اس کی عریاں بیانی کی وجہ سے لوگ اس سے برہم ہو گئے اور انہوں نے دو زشیزاؤں کی حرمت، پردہ نشینوں کی عصمت محفوظ رکھنے کے لیے اسے مار ڈالنا چاہا۔ مالک بن دینار کا قول ہے "اس ملحد اندھے کی شاعری سے زیادہ کوئی چیز شہر میں لوگوں کو فسق و فجور پر برانگیختہ کرنے والی نہیں ہے"۔ بالآخر غیرت مند شہریوں کے ایک وفد نے مہدی کے دربار میں پہنچ کر اسے بشار کا ایک عشقیہ قصیدہ سنایا جسے سن کر مہدی نے کہا" یہی وہ شاعری ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچتی اور مشکلات آسان کر دیتی ہے" پھر اس نے بشار کو بلوایا جب وہ حاضر ہوا تو اس سے کہا" اگر تم نے آج کے بعد ایک عشقیہ شعر بھی کہا تو بخدا میں تمہاری جان لوں گا"۔ چنانچہ اس کے بعد جب بھی بشار تغزل و تشبیب میں کچھ کہنا چاہتا تو اسے خلیفہ کی تنبیہ یاد آجاتی، تاہم وہ اسے نہ روکتی اور وہ اپنی مرضی کی شاعری کر گذرتا۔

جب اس کی عریاں بیانی حد سے بڑھ گئی، مہدی کی تنبیہ اور لوگوں کی سرزنش بھی بے سود رہی تو لوگوں نے ایک مرتبہ پھر خلیفہ کے دربار میں اس کی شکایت کی اور اس کے خلاف تمام الزامات بیان کیے۔ اس اثناء میں ایک مرتبہ بشار نے مہدی کی مدح بھی کی، لیکن مہدی اس سے بہ کشتگی کی بناء پر اسے انعام دینے کی بجائے الٹا اس پر برس پڑا۔ چنانچہ بشار نے اس کی ہجو کہہ ڈالی جس میں یہ شعر بھی تھے:

بني أمية هبوا طال نومكم　　　　ان الخليفة يعقوب بن داود

ضاعت خلافتكم يا قوم فالتمسوا　　　　خليفة الله بين الزق والعود(٣٢)

اے بنی امیہ! بہت سو چکے اب بیدار ہو جاؤ۔ واقعہ یہ ہے خلیفہ یعقوب بن داود ہے اے قوم! تمہاری خلافت ضائع ہو گئی ہے اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر تم خلیفہ اللہ کو تلاش کرنا چاہو گے تو اسے شراب و ستار کی محفل میں پاؤ گے۔

جب یہ ہجو تک پہنچی تو اس نے کوتوال کو بلا کر اسے بشار کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے اتنے کوڑے مارے کہ بشار مر گیا۔ یہ ١٦٧ھ کا واقعہ ہے جب وہ ستر برس کا ہو رہا تھا۔

بشار کا حلیہ اور اخلاق:

بشار ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا تھا اور اس نے دنیا میں کچھ بھی نہیں دیکھا، بایں ہمہ اپنی شاعری میں چیزوں کو ایک دوسری سے تشبیہ دینے میں جو کمال اسے حاصل تھا وہ آنکھوں والوں کو بھی نصیب نہیں۔ مثلاً وہ اپنے ایک شعر میں جنگ میں چھا جانے والے گرد و غبار کے اندھیرے کو رات سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے:

كأن مثار النقع فوق رءوسنا　　　　وأسيافنا ليل تهاوى كواكبه(٣٣)

بشار بڑے ڈیل ڈول والا، نہایت لمبا، چیچک رو اور ایسی ابھری آنکھوں والا تھا جن پر سرخ گوشت چڑھا ہوا تھا۔ اس طرح وہ نہایت بد شکل اور بھیانک اندھا تھا ایک مرتبہ کسی عورت نے اس سے کہا "پتہ نہیں اس مکروہ صورت کے باوجود لوگ تجھ سے مرعوب کیوں ہو جاتے ہیں؟" تو اس نے جواب دیا "شیر کا حسن لوگوں کو مرعوب نہیں کرتا ہے"۔ ایک مرتبہ ایک ادیب اس سے ملنے کے لیے اس کے گھر پر پہنچا جہاں اس نے بشار کو گھر کی دھلیز پر بھینسے کی طرح پڑا سوتا پایا، اس نے بشار سے کہا "اے ابو معافہ! یہ شعر کس کا ہے؟

إن في بردي جسما ناحلا　　　　لو توكات عليه لا تهدم

میرے کپڑوں کے اندر ایک لاغر جسم ہے، اگر تو (اے محبوبہ) اس پر ٹیک لگا لے تو وہ دھم سے گر جائے گا"۔

بشار نے جواب دیا "یہ میرا ہی شعر ہے" پھر اس نے پوچھا "اور یہ شعر کس کا ہے؟

في حلتي جسم فتنى ناحل　　　　لو هبت الريح به طاحا(٣٤)

میرے لباس میں ایک لاغر نوجوان کا جسم ہے اگر اس پر ہوا بھی چلے تو وہ اڑ جائے گا"۔ بشار نے جواب دیا" یہ بھی میرا شعر ہے" اس پر اس ادیب نے کہا" جناب کو اس مبالغہ آرائی اور دروغ بیانی کی زحمت کیوں برداشت کرنا پڑی؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ وہ تند و تیز آندھیاں بھی چلا دے جن سے پچھلی قوموں کو ہلاک کیا گیا تھا تو بخدا وہ بھی آپ کو اپنی جگہ سے ہلانے میں کامیاب نہ ہو سکیں گی"۔

بشار بڑا ذہین، حاضر جواب، حساس، بد زبان، منہ پھٹ اور مسخرا تھا، اس کی دینداری مشتبہ تھی، وہ تناسخ کا قائل تھا، آگ کو مٹی پر تفوق اور آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کے بارے میں وہ ابلیس کی رائے کو صحیح بتاتا تھا، اپنے ایک شعر میں کہتا ہے:

الأرض مظلمة والنار مشرقة والنار معبودة مذ كانت النار(٣٥)

زمین تاریک ہے اور آگ روشن، اور آگ جب سے پیدا ہوئی ہے وہ معبود ہی ہے۔

بشار جب اپنے شعر پڑھنا چاہتا تو پہلے تالی بجاتا، کنکھارتا اور دائیں بائیں تھوکتا پھر شعر پڑھتا۔

شاعری:

بیس برس کی عمر میں بشار نے شاعری شروع کر دی تھی، اور ابھی اس نے جوانی میں پوری طرح قدم بھی نہ رکھا تھا کہ ملک میں اس کا شہرہ عام ہو چکا تھا اس نے جریر کا مزہ ناہ پایا تھا اور اسکی ہجو بھی کہی تھ، خود اس کا قول ہے" میں نے جریر کی ہجو کہی، لیکن اس نے بچہ سمجھتے ہوئے مجھے دوخور اعتنا نہ سمجھا، اگر وہ میرا جواب دے دیتا تو میں بڑا شاعر بن جاتا"۔ اس نے سب سے پہلے شاعری کی جس صنف میں طبع آزمائی کی وہ ہجو ہی تھی، اس لیے کہ اس کے بچپن میں اسی صنف کلام کی مانگ تھی بعد ازاں اس نے نہ صرف شاعری کی ان تمام اصناف میں طبع آزمائی کی جو اس سے قبل موجود تھیں بلکہ ان میں اضافہ بھی کیا۔ شاعری کے جملہ رواۃ وناقدین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بشار رطبہ مولدین کا سر گروہ، فحش مذاق اوررق انگیز تغزل میں ان سب کا امام تھا یہی پہلا شخص ہے جس کی شاعری میں بدویانہ بھاری بھرکم پن اور تمدنی نزاکت یکجا ملتی ہے اور جس کی شاعری قدیم وجدید شاعری کے درمیان حد اوسط ہے طبقہ مولدین میں اس کا وہی مقام ہے جو شعراء جاہلین میں امرؤ القیس کا تعقید، نامانوس الفاظ، اور دیگر خامیوں سے اس کی شاعری کے پاک صاف ہونے کے باعث اصمعی اسے عشی و نابغہ کا ہم پلہ قرار دیتا تھا خود جاحظ نے تمام اصناف کلام میں اس کے تفق کی شہادت دی ہے وہ کہتا ہے "بشار خطیب تھا وہ نظم و نثر پر کامل دسترس رکھتا تھا وہ طبع زاد اور جدت طراز شاعر، اور شاعری کے تمام اصناف میں ماہر اور ہر صنف پر طبع آزمائی کرنے والا تھا"۔

بشار کی شاعری میں جو روانی و کشش اور حسن و رونق ہے اس کی بناء پر وہ بصری کے جوانوں اور آزاد مزاجوں میں خوب مقبول ہوئی خود عورتوں پر بھی اس کا جادو چل گیا، چنانچہ وہ بھی بشار کے پاس آتیں، اس کی باتوں سے دل خوش کرتیں اور اس کے اشعار گاتیں، ان میں سے بعدہ نامی ایک کنیز پر وہ عاشق ہو گیا تھا اور اسے اپنی شاعری میں نام لے لے کر مشہور بھی کر دیا تھا چنانچہ ان دونوں کے متعلق بہت سے قصے اور اشعار لوگوں میں عام ہو چکے تھے۔

شاعری کے عیوب:

اس کی شاعری میں سے قابل تنقید مواد بتام و کمال معلوم کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ اس کا بیشتر حصہ زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہو گیا بارہ ہزار قصائد میں سے صرف گنتی کے منتخب قطعات مختلف کتابوں میں منتشر باقی رہ گئے ہیں بہر حال اس کے عیوب معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ دل لگی بازی اور مذاق میں حد سے آگے نکل جاتا ہے، ثانیاً قافیہ سے مجبور ہو کر وہ بے حقیقت الفاظ سے جگہ پر کر لیتا ہے ثالثاً وہ پر شوکت الفاظ اور سنجیدہ معانی سے گر کر سطحی معانی اور رکیک الفاظ پر اتر اتا ہے مثلاً وہ اپنی محبوبہ کے لیے کہتا ہے:

ربابة ربة البيت تصب الخل فی الزيت

لها عشر دجاجات وديك حسن الصوت(٣٦)

ربابہ گھر کی مالکہ ہے وہ زیتون کے تیل میں سر کہ ڈالتی ہے اس کی دس مرغیاں ہیں، اور ایک خوش آواز مرغ ہے۔

یا مثلاً اس کے یہ اشعار ہیں:

إن سلمى خلقت من قصب قصب السكر لا عظم الجمل

وإذا أدنيت منها بصلا غلب المسك على ريح البصل(٣٧)

سلمیٰ، شکر سے بنی ہے، اونٹ کی ہڈی سے نہیں، اگر تم اس کے پاس پیاز لے جاؤ تو اس کی مشک سے بسی ہوئی مہک پیاز کی لہر پر غالب آجائے گی۔

لیکن بشار معذرت کرتے ہوئے کہتا تھا کہ پہلی قسم کی شاعری حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر کی گئی ہے اور مؤخر الذکر قسم کی شاعری بچپن کی یادگار ہے۔

اس کی شاعری کا نمونہ: عشقیہ شاعری:

يزهدني في حب عبدة عشر قلوبهم فيها مخالفة قلبى

نقلت دعوا قلبى وما اختار وارتضى فبالقلب لا بالعين يبصر ذوالحب[٣٨]

بہت سے لوگ جن کے دل میرے دل سے ہم آہنگ نہیں میرے دل سے عبدہ کی محبت کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میں ان سے کہتا ہوں کہ تم میرے دل کو اس کی مرضی اور اختیار میں آزاد چھوڑ دو اس لیے کہ عاشق دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھتا۔

يا قوم أُذني لبعض الحي عاشقة والأذن تعشق قبل العين احيانا

قالو بمن لا ترى تهذي؟ فقلت لهم الأذن كالعين توفى القلب ما كانا[٣٩]

اے لوگو! محلہ کے کسی فرد پر میرا کان عاشق ہو گیا ہے، اور کبھی آنکھ سے پہلے کان عاشق ہو جاتا ہے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ جسے تم نے دیکھا بھی نہیں اس کے بارے میں بے تکی ہانکتے ہو؟ اور میں انہیں جواب دیتا ہوں کہ کان بھی آنکھ کی طرح دل کو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر کر دیتا ہے۔

اس کے مشہور اشعار:

هل تعلمين وراء الحب منزلة تدني إليك فإن الحب أقصاني[٤٠]

کیا محبت سے آگے بھی کوئی ایسا مقام ہے جس پر پہنچ کر میں تجھ سے قریب ہو سکوں گا؟ اس محبت نے تو مجھے تجھ سے اور دور ہی کر دیا ہے۔

اس کے ان شعروں سے عقیدہ جبر کی تائید ہوتی ہے:

خلقت على ما في غير مخير هواي، ولو خيرت كنت المهذبا

أريد فل أعطى وأعطى فلم أرد وقصر علمي أن أنال المغيبا[٤١]

میں جن اخلاق و اعادات پر پیدا ہوا ہوں وہ اختیاری نہیں جنہیں میں نے اپنی مرضی سے پسند کیا ہو، اگر مجھے اختیار دیا جاتا تو میں نہایت شائستہ ہوتا۔ جو میں چاہتا ہوں وہ مجھے دیا نہیں جاتا، اور جو کچھ مجھے دیا جاتا ہے اسے میں چاہتا نہیں۔ اور میرا علم، غیب کے امور کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔

وصف و حماسہ کا نمونہ:

إذا الملك الجبار سغر خده مشيا اليه بالسيوف نعاتبه
وارعن يغشى الشمس لون حديده وتجسس أبصار الكماة كتائبه
تغص به الأرض الفضاء إذا غذا تزاحم أركان الجبال مناكبه
ركبنا له جهرا بكل مثقف وابيض تستسقى الدماء منشاربه
كان مثار النقع فوق رؤوسنا واسيا فنا ليل تهاوى كواكبه[۴۲]

جب کوئی جبار بادشاہ اکڑتا ہے تو ہم اس کے عتاب کو فر کرنے کے لیے تلواریں لے کر اس کے مقابلہ میں آجاتے ہیں اور وہ ہتھیار سے لیس لشکر جرار جس کے نیزوں اور آہنی ہتھیاروں سے سورج چھپ جاتا ہے اور جس کے فوجی دستے بہادروں کی نگاہوں کو روک لیتے ہیں وسیع زمین جس کی کثرت سے تنگ ہو جاتی ہے اور جب وہ حرکت میں آتا ہے تو اس کے کنارے پہاڑوں سے مزاحمت کرتے ہیں، ہم ایسے لشکر جرار کے مقابلہ میں خون آشام نیزے اور تلواریں لے کر چڑھ آتے ہیں۔ اس جنگ میں ہمارے سروں پر چھانے والا غبار اور ہماری تلواریں ایسا سماں پیدا کرتی ہیں جیسے رات (کی تاریکی) میں تارے ٹوٹ رہے ہوں۔

حاصل بحث:

شعر کا ذوق اور شاعری کا فن، انسان کے دوسرے وجودی سرمایوں کے مانند، اس صورت میں قابل قدر ہے، جب اس سے صحیح، مثبت اور تعمیری استفادہ کیا جائے۔ لیکن اگر اس فن سے معاشرہ کے اعتقادات اور اخلاق کو تباہ برباد کرنے اور فساد و بے راہ روی کی ہمت افزائی کے ایک تخریب کارانہ وسیلہ کے عنوان سے استفادہ کیا جائے اور انسانوں کو بیہودگی کی طرف دھکیل دے، یا صرف ایک بے معنی سرگرمی شمار کیا جائے، تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ نقصان دہ بھی ہے۔ پس شعر ایک وسیلہ ہے اور اس کی قدر و قیمت کا معیار وہ مقصد ہے، جس کے لئے شعر سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

افسوس کہ دنیا کی اقوام اور ملتوں کی پوری تاریخ میں، شعر سے کافی حد تک ناجائز استفادہ کیا گیا ہے، اور اس لطیف ذوق کو آلودہ ماحول کا اس قدر شکار بنایا گیا ہے کہ بعض اوقات یہ فساد و تباہی کا موثر ترین وسیلہ بن گیا ہے، خصوصاً عصر جہالت میں، جو عرب قوم کا فکری و اخلاقی پستی کا دور تھا، "شعر"، "شراب"، اور "غارت" ہمیشہ باہم ہوا کرتے تھے، لیکن اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ہے کہ پوری تاریخ میں تعمیری اور بامقصد اشعار نے

نمایاں کارنامے انجام دئے ہیں اور کبھی ایک قوم وملت کو خونخوار اور ظالم دشمنوں کے مقابلے ایسے شجاعانہ طور پر صف آرا کیا ہے کہ انھوں نے کسی قسم کی پرواہ کئے بغیر دشمن کی صفوں پر یلغار کر کے انھیں تہس نہس کر دیا۔

حوالہ جات

١۔ مبارک، زکی، الملائح النبویہ فی الادب العربی، ص٢٣/٦

٢۔ سورۃ یسین آیۃ:٦٩

٣۔ سورۃ الحاقہ آیات:٤٠-٤١

٤۔ الدینوری، ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، ابو محمد، الشعر والشعراء، ناشر: دار حدیث، قاہرۃ، ١٤٢٣ھ، عدد الأجزاء:٢، ١/٢٧١

٥۔ میدانی، نیساپوری، احمد بن محمد، ابوالفضل، مجمع الامثال، دار العلم بیروت، ٢٠٠٢م، ٢/٤٧۔

٦۔ زرکلی، محمود بن محمد، خیر الدین، الاعلام، دار فکر بیروت، ٢٠٠٤م، ١٨/١٣٥۔

٧۔ الاصفہانی، ابوالفرج، الاغانی، دار فکر بیروت، ١٩٨٢، ١٨/١٣٤۔

٨۔ ایضًا

٩۔ سعدی، تمیمی، سلیک بن عمیر، دیوان سلیک، ادب عربی، ترکی، ٢٠١٥، ص/٥

١٠۔ ایضًا

١١۔ الاصفہانی، الاغانی، ٢١/٢٧٧.

١٢۔ ابوالفرج، محمد بن اسحاق، ابن ندیم، الفہرست، دار معرفہ بیروت، ١٩٧٨، ص/٧٨.

١٣۔ الاصفہانی، الاغانی، ٢١/٢٨٨۔

١٤۔ قیروانی، ابن رشیق، ابو علی، العمدۃ، دار جیل، ١٩٨١، ١/١٩٣

١٥۔ الاصفہانی، الاغانی، ٢١/٢٨٧۔

١٦۔ عکبری، ابوالبقاء، متنبی، احمد بن حسین ابوطیب، شرح دیوان متنبی، دار کتب علمیہ بیروت، ص٣٥٠

١٧۔ ایضًا، ص٢٥٤

۱۸۔ ایضًا، ص۲۹۶

۱۹۔ ایضًا، ص۴۵۲

۲۰۔ ایضًا، ص۴۶۶

۲۱۔ ایضًا، ص۴۷۸

۲۲۔ ایضًا، ص۵۷۴

۲۳۔ ایضًا، ص۳۳۹

۲۴۔ دیوان متنبی

۲۵۔ ایضًا،

۲۶۔ ایضًا،

۲۷۔ ایضًا،

۲۸۔ ایضًا،

۲۹۔ ایضًا،

۳۰۔ ایضًا،

۳۱۔ ایضًا،

۳۲۔ برد، بن بشار، دیوان بشار بن برد، جمع وتحقیق وشرح: محمد الطاہر بن عاشور، جزء اول، ص ۶۲۴

۳۳۔ ایضًا، جزء اول، ص ۲۰۲

۳۴۔ ایضًا، جزء اول، ص۴۲۵

۳۵۔ ایضًا، جزء اول، ص ۸۸۲

۳۶۔ ایضًا، جزء اول، ص۳۵۳

۳۷۔ ایضًا، جزء اول، ص۹۶۹

۳۸۔ ایضًا، جزء اول، ص۲۶۸

۳۹۔ ایضًا، جزء اول، ص۱۰۵۷

۴۰۔ ایضًا، جزءاول، ص۱۰۸۳

۴۱۔ ایضًا، جزءاول، ص۱۴۳

۴۲۔ ایضًا، جزءاول، ص۲۰۲